ڈاکٹر عطاء الرحمٰن میو

ایسوسی ایٹ پروفیسر (اُردو)

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

”متبرکہ شاہجہانی“۔۔۔۔ایک نادر مخطوطہ

Abstract:
Manuscripts have basic importance in the field of research and editing our literary, social political traditions, civilizations and culture reflect in these scripts. The research awares as about the achievements of past. It makes the present better and pinpoints the best way to future. The scripts of Khurshid Alam Alvi consitst in this manuscript. Beside the antiques the rare scripts prove the literary tradition of this family. Particularly, scripts "Mutbarka-i-Shahjahani" informs us about the achievements of our ancestors. In this article, the different aspects of "Makhtoota Shanashi" are reviewed. Also the specimens, the paper, calligraphy and writing are presented which is an asset of research and editing.

ملخص:

تحقیق وتدوین میں مخطوطات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کے باطن میں ہماری علمی،ادبی، سماجی سیاسی، مذہبی روایات اور تہذیب و ثقافت کی شاندار جھلک موجود ہے۔جو ہمیں ماضی کے کارناموں سے آگاہ کرتی،حال کو بہتر بنانے کی راہ سمجھاتی اور مستقبل کو درخشاں بنانے کی نشان دہی کرتی ہے۔ایسے ہی مخطوطات میں حکیم خورشید عالم علوی کا ذخیرۂ مخطوطات بھی شامل ہے۔ جس میں نوادرات کے علاوہ نایاب علمی مسودات اس خاندان کی علمی و ادبی روایات کے امین ہیں۔ خصوصاً مخطوطہ ”متبرکہ شاہجہانی“، جس میں علم و حکمت کے خزینے ہمارے اسلاف کے کارناموں سے ہمیں متعارف کرواتے ہیں۔زیر نظر مقالے میں مخطوط شناسی کے جملوں پہلوئوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز مخطوطے میں استعمال ہونے والے خط، کاغذ،روشنائی اور تحریر کے چیدہ چیدہ نمونے بھی پیش کیے گئے ہیں،جو تحقیق وتدوین کے لیے ایک اثاثہ ہے۔

کلیدی الفاظ:

فن تجلید، تضمین، تخریج، ضمیمہ جات، دستاویزی تحقیق، مجربات، قلمی مخطوطہ، عملیات، خط نستعلیق، خط رکیک، شجرات،خامہ فرسائی،بوسیدہ،کرم خوردہ،بادی النظر،خانوادے،پیچیدہ امراض، قیمتی نوادر، مفردات ومعدنیات

تحقیق میں دو قسم کے مآخذ استعمال ہوتے ہیں، بنیادی مآخذ اور ثانوی مآخذ۔ اس میں لا محالہ بنیادی ماخذات کی اہمیت ثانوی ماخذات سے کہیں زیادہ ہے اور اگر بنیادی ماخذات سے کام چل جائے اور کافی تعداد میں موجود ہوں تو پھر ثانوی مآخذ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

عموماً قلمی مخطوطات کا شمار بھی بنیادی ماخذات میں ہوتا ہے۔ جب کہ یہ متعلقہ علمی یا ادبی شخصیت کے اپنے قلم سے لکھے گئے یا اس کے زمانے میں خود اس نے لکھوائے ہوں یا اس کی اپنی رقم شدہ تحریر کو دیکھ کر لکھے گئے ہوں۔ قلمی مخطوطات کی اہمیت خاص طور پر تاریخی تحقیق میں دوچند ہے۔ ڈاکٹر عطش درانی ان مآخذات کی اہمیت یوں بیان کرتے ہیں:

> ''ان کے بغیر آپ کے لیے تاریخی تحقیق کو آگے بڑھانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اور ان کے بغیر تاریخ محض ایک کہانی ہو گی، جس کی کوئی افادیت نہیں ہو سکتی۔ ابتدائی ماخذوں کو تاریخی تحقیق میں بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے''۔ (۱)

تالیف متن یا تدوین متن تحقیق کا ایک اہم پہلو ہے اور قلمی مخطوطات کی تدوین اس سلسلے میں نہایت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ وہ متون جو شائع شدہ ہوں اور عوام و خواص کو مطالعہ کے لیے دستیاب ہوں، ان کے معدوم ہونے کا خدشہ بہت کم ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ لائبریریوں میں اور لوگوں کے ذاتی ذخیرہ ہائے کتب میں موجود ہوتے ہیں۔ جب کہ ایسے نادر علمی و ادبی مخطوطات جو ہنوز تشنۂ طباعت ہوں، جن کے معدوم ہونے کا خدشہ ہو اور جن کی اپنی ایک علمی و ادبی اہمیت ہو، ان کی تالیف و تدوین کرنا اور ان کو حتی المقدور شائع کروانا، دراصل ان کو نئے سرے سے منصۂ شہود پر لانے اور قومی امانت کو قوم کو سونپ دینے کے مترادف ہے۔ قلمی نسخوں کی اہمیت خاص طور پر اس لیے ہے کہ ان کے معدوم ہونے کا خدشہ زیادہ ہے۔

ڈاکٹر عطش درانی کے بقول:

> ''قلمی نسخوں میں سب سے اہم قلمی نسخے وہ ہو سکتے ہیں جو خود مؤلف یا مصنف کے قلم کے مرہونِ منت ہوں اور جن کے بارے میں داخلی و خارجی شہادت موجود ہو کہ یہ صاحب تصنیف کا اپنا خطی نسخہ ہے۔ ایسے کسی نسخے میں موجود متن کو اساسی متن کہا جا سکتا ہے۔ دوسرے درجے پر ایسے قلمی نسخے آسکتے ہیں جو مصنف کی نظر سے گزر چکے ہوں یا جن کی تیاری میں مصنف کے کسی عزیز، شاگرد، مرید، دوست یا کاتب کا ہاتھ رہا ہو، ایسے متن کو ''استشہادی متن'' کہا جا سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرے ایسے قلمی نسخوں کے متون کو جنہیں مستند قرار دیا جائے استنادی متن کہنا مناسب ہو گا''۔ (۲)

راقم الحروف نے ضلع حافظ آباد کے موضع چک بھٹی میں ایک مشہور علمی و ادبی خانوادے کے مخزونہ قلمی مخطوطات کا جائزہ لیا۔ ان مخطوطات کی تعداد خاصی زیادہ ہے۔ ان کے موضوعات میں طب، شریعت، عملیات،

تصوف، شاعری وغیرہ شامل ہیں۔ راقم نے ایک کتاب موسوم بہ ''متبرکہَ شاہجہانی'' کا جائزہ لیا ہے جو کہ مذکورہ بالا معیارات کے مطابق اساسی متن بھی ہے اور استنادی متن بھی۔ اس قلمی مخطوطہ کی تدوین راقم کے خیال میں ضروری اور اہمیت کی حامل ہے۔ اس پر تحقیق کے دوران میں راقم کو تحقیق کے کم و بیش ان تمام مراحل سے گزرنا پڑا جو کہ قدیم دستاویزات و مخطوطات قلمی کی تحقیق کے دوران پیش آتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس میں تحقیق کے مآخذ بھی ایسے استعمال ہوئے ہیں جو تاریخی و دستاویزی تحقیق کے دوران پیش آتے ہیں۔ ان میں انٹرویو، خاندانی کاغذات کا جائزہ جس میں ذاتی مکان کی تعمیر کے متعلق دستاویز، شادی بیاہ کا ریکارڈ، قلمی کتاب کا نسخہ و دیگر لوازمات شامل ہیں۔

تحقیق کے مراحل بے حد دلچسپ ہیں۔ اگرچہ اس میں مشکلات بھی حائل ہوتی ہیں لیکن یہ ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ حکیم صاحب کے پاس قلمی مخطوطات کی تعداد تو کافی زیادہ ہے، سبھی مخطوطات انتہائی اعلیٰ پائے کے ہیں۔ اس کا اندازہ زیر بحث قلمی مخطوطہ ''متبرکہَ شاہجہانی'' کے جائزہ کے دوران ہوگا۔ یہ مخطوطات مروج خطوط، خط نستعلیق، خط نسخ، خط شکستہ وغیرہ میں لکھے گئے ہیں۔ کچھ نسخہ جات نایاب خطوط میں ہیں مثلاً ''خط رکیک'' جیسا کہ راقم نسخہ نے اس پر لکھا ہے۔

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می بینم!
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

شجرہ نسب خاندان حکیم خورشید عالم علوی:

۲۶ حضرت علیؓ

۲۵ حضرت شاہ عباس رضہ

۲۴ محمود شاہ

۲۳ جمال شاہ

۲۲ امور شاہ

۲۱ مظفر شاہ

۲۰ عبدالرحمن

۱۹ قطب شاہ

۱۸ مخدوم شاہ المعروف کھوکھر

۱۷ سجن المعروف شاہجہان

۱۶ کود

۱۵ چت

۱۴ گورا

۱۳ بھرت

۱۲ ساندل

۱۱ سلطان

۱۰ سنگی

۹ نہایت

۸ عبدالحکیم

۷ عبدالرحیم

۶ حافظ رحمت اللہ

۵ کرم بخش

۴ حسن محمد

۳ سراج الدین

شجرہ نسب پر ایک نظر:

حکیم خورشید عالم ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے ان کا حافظہ بہت قوی ہے۔ بینائی بھی اچھی ہے۔ صحت و تندرستی سے مالا مال ہیں ۔ راقم نے حکیم خورشید عالم سے ان کی خاندانی تاریخ اور مخطوطات کے سلسلے میں متعدد ملاقاتیں کی ہیں۔ انھوں نے اپنی ۱۷ ویں پشت کے بزرگ سجن المعروف شاہجہان تک کا شجرہ نسب خود بتایا جو انھیں سینہ بہ سینہ زبانی یاد تھا۔ راقم نے حکیم صاحب کی برادری ہی کے ایک اور بزرگ مولوی محمد عالم کھوکھر [۳] سے رابطہ کیا، جن کے پاس اس خاندان کا قدیم اور تحریر شدہ شجرہ نسب موجود ہے۔ راقم نے مولوی صاحب سے ملاقات کی اور ان کا قدیم خاندانی شجرہ خود دیکھا۔ اگرچہ اس وقت حکیم خورشید عالم صاحب اور مولانا محمد عالم صاحب کا آپس میں کوئی رابطہ نہیں ہے۔ لیکن یہ جان کر قلبی اطمینان ہوا کہ حکیم صاحب کا بتایا ہوا شجرہ، تحریری طور پر موجود شجرہ کے عین مطابق

ہے۔اس طرح دونوں شجرات کی درستی کی تصدیق ہو گئی۔ یاد رہے کہ مولانا محمد عالم کے پاس موجود شجرہ ایک علیحدہ خاندان کا ہے جو کہ حکیم خورشید عالم صاحب کی ۱۳ویں پشت کے بزرگ ''بھرت'' سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے۔

شجرے کے ملاحظہ کے دوران میں حکیم صاحب کی ۱۳ویں پشت سے ۱۶ویں پشت تک کے چار بزرگوں کے نام غیر مانوس اور ہندوانہ محسوس ہوئے۔ میں نے حکیم صاحب سے اس بارے میں استفسار کیا تو کہنے لگے کہ ان افراد کے اسلامی نام بھی تھے اور ہمارے پاس موجود شجرہ میں ان کے معروف نام ہیں۔اس سلسلہ میں انھوں نے سجن المعروف شاہجہان (۴) کی مثال دی۔ جہاں تک ان چار بزرگوں کے ہندو ہونے کے امکان کا تعلق ہے تو یہ امکان صفر ہے۔ کیوں کہ بلاشبہ ہندو پاک کی بہت سی مسلم اقوام کے اجداد مقامی اور ہندو مذہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن حکیم صاحب علوی خاندان سے ہیں یعنی شروع سے ہی مسلمان اور مسلمانوں میں ہندو ہونے کا رواج نہیں۔ اگرچہ اس کے برعکس ضرور ہے۔ان غیر مانوس ناموں کی توجیہات مختلف ہو سکتی ہیں۔ لیکن ایک توجیہہ جو کہ راقم کے نزدیک زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک صدی میں اوسطاً دو افراد یا نسلوں کا بقید حیات رہ کر متوفی ہونا مان لیا جائے جیسا کہ عموماً واقعتاً ہے تو ان چار بزرگوں کا زمانہ لودھیوں اور مغلوں کی جنگوں اور پھر شیر شاہ اور ہمایوں کی جنگوں والا سیاسی طور پر غیر منظم اور افراتفری کا دور بنتا ہے۔اور ایسے ادوار میں نامور لوگوں کے نام عموماً ایسے ہوتے ہیں جو کہ کسی فرقہ یا گروپ سے وابستہ نہ ہوں۔ مثلاً قائد اعظم محمد علی جناح سے پہلے ان کے بزرگوں کے نام بظاہر اسلامی نہیں لیکن جب ان کے والد ٹھاکروں کے اثر سے نکل کر شہر آئے تو اسلامی نام محمد علی رکھا گیا۔ واللہ عالم بالصواب!

مختصر خاندانی پس منظر:

حکیم صاحب نہایت معزز علوی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔علاقے کے لوگوں کو اس خانوادے سے گہری عقیدت ہے۔ان کے ایک جد امجد قطب شاہ، سلطان محمود غزنوی کے ایک نامور سپہ سالار تھے، جنھوں نے ایک روایت کے مطابق مقامی راجپوت خاندان میں شادی کی۔اس خاندان کے بزرگ جن کا نام کھوکھر تھا کے ایما پر ان کی اولاد بھی کھوکھر کہلائی لیکن یہ قطب شاہی کھوکھر کہلاتے ہیں اور قطب شاہ کے علاوہ جو کھوکھر ہیں وہ راجپوت کھوکھر ہیں۔ (۵)

قطب شاہ چوں کہ علوی تھا اس لیے قطب شاہی کھوکھر خود کو علوی بھی لکھتے ہیں۔ یاد رہے کہ اعوان بھی اپنا سلسلۂ نسب قطب شاہ سے ہی جوڑتے ہیں۔ قطب شاہ کی اولاد پوٹھوہار اور وادیٔ سون سکیسر (۶) میں بس گئے۔ حکیم خورشید عالم صاحب کے بقول ان کے اجداد کا تعلق بھی وادیٔ سون سکیسر کے ایک قصبہ کوٹ سندیلہ سے تھا۔ جو کہ

ان کے ہاں موجود ایک قلمی نسخہ میں مندرج ہے۔ اس نسخہ میں جو کہ ان کے کسی بزرگ کا تحریر شدہ ہے، یہ الفاظ مرقوم ہیں ''المتوطن کوٹ سندیلہ وادئ سون سکیسر''لیکن اب یہ نسخہ بوسیدہ اور کرم خوردہ ہو چکا ہے۔

نسخہ کتاب شاہجہانی:

میرے سامنے موجود پہلے قلمی مخطوطے کا نام ''نسخہ کتاب شاہجہانی'' ہے۔ یہ نام دستیاب صفحہ پر رقم ہے۔ کسی نے بعد میں صفحات کے نمبر کتاب پر لگائے ہیں۔ جس کے مطابق پہلے دستیاب صفحے کا نمبر ۲۲ ہے۔ پہلے ۲۱ صفحات غائب ہیں۔ یوں یہ نسخہ ناقص الاول اور پیش افتادہ کے زمرے میں آتا ہے۔ ''نسخہ کتاب شاہجہانی'' کا عنوان بعد میں کسی نے لکھا ہے۔ لیکن اس نام کی تصدیق کتاب کے صفحہ ۴۳۳ پر موجود ترقیمہ سے ہوتی ہے، کچھ ترمیم کے ساتھ۔ کاتب نے صفحہ ۴۳۳ پر جو ترقیمہ لکھا ہے، اس کے مطابق اس مخطوطہ کا نام ''متبرکہٗ شاہجہانی'' ہے جس کو بعد ازاں ''شاہجہانی'' کے مختصر نام سے لکھا گیا ہے۔

صفحات:

جیسا کہ پہلے لکھا ہے، پہلے ۲۱ صفحات غائب ہیں۔ جب کہ صفحہ ۱۲۲ تک کسی نے بعد میں، خام پنسل (lead pencil) کے ساتھ صفحات کے نمبر لگا رکھے ہیں۔ اس کے بعد ترقیمہ تک کل ۴۳۳ صفحات ہیں۔ جو کہ راقم الحروف نے لگائے ہیں۔ اصل کتاب میں یعنی اس قلمی نسخہ میں صفحہ نمبر لگانے کی زحمت نہیں کی گئی۔

کتاب ''متبرکہٗ شاہجہانی'' کے اختتام صفحہ ۴۳۳ کے ساتھ ہی اسی صفحہ سے کلمہ طیبہ اور تسمیہ کے بعد ایک نئی کتاب یا نیا موضوع شروع ہوتا ہے۔ یہ نیا موضوع جو کہ بظاہر اس کتاب کے اس نسخہ کے راقم، جن کا نام کرم بخش کھوکھر ہے، کی اپنی تصنیف معلوم ہوتا ہے۔ جو صفحہ ۴۳۳ سے لے کر صفحہ ۴۵۴ تک، ۲۱ صفحات پر مبنی ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۴۵۴ سے ہی ایک نیا موضوع یا نئی کتاب بعنوان ''شفاخانی'' شروع ہوتی ہے، جس کا پھیلاؤ کتاب کے آخر تک یعنی صفحہ ۴۶۲ تک ہے۔ اس طرح کل ملا کر مخطوطے کے ۴۶۲ صفحات ہیں۔

ورق کا سائز:

کتاب کے صفحے کا سائز ۵.۵×۹ انچ ہے۔ ورق اپنے دور کے لحاظ سے بہت اعلیٰ اور دبیز ہے۔ جہاں سے نسخہ ٹھیک حالت میں ہے ورق اب بھی چمک دار ہے اور کرم خوردگی کے اثرات مخطوطے پر نظر نہیں آتے۔

سطور اور الفاظ فی صفحہ کی تعداد:

فی صفحہ سطور کی تعداد ۱۵اور فی سطر اوسطاً الفاظ کی تعداد ۱۹ ہے۔اس طرح ایک صفحہ پر ۱۹×۱۵=۲۵۸الفاظ تحریر کیے گئے ہیں۔ مخطوطے میں کل الفاظ کی تعداد ۱۳۱۶۶۷۰ ہے۔حواشی اس کے علاوہ ہیں۔

حواشی کی کیفیت:

کتاب میں جابجا خوب صورت خط نستعلیق میں حواشی موجود ہیں جو کہ بجا طور پر کتاب کے راقم کرم بخش عرف کھوکھر کی خامہ فرسائی کا نتیجہ ہیں۔حواشی بزبان فارسی اور پنجابی ہیں لیکن پنجابی زبان کے حواشی بھی موجود ہیں ان میں ایک جگہ لکھا ہے:

نال اوسدے ماشے چار
بہیدا نہ کر گھوٹ تیار

رسم الخط:

کتاب قدیم فارسی طرز کے خط نستعلیق میں لکھی گئی ہے۔صفحات پر سطور کی سیدھ اور لمبائی بہت متوازن اور برابر ہے۔بادی النظر میں ایک عام قاری کے لیے اس رسم الخط کو سمجھنا مشکل ہے کیوں کہ اس کے حروف آج کل کے لحاظ سے کافی مختلف ہیں۔ڈاکٹر گیان چند جین کے مطابق:

> ''نذیر احمد نے عربی رسم الخط میں خرابیوں کی تفصیل دیتے ہوئے کہا ہے کہ جن زبانوں نے عربی سے اپنا خط ماخوذ کیا ہے ان زبانوں کی کتابیں دوسری زبانوں کی کتابوں کے مقابلے میں اپنی اصل سے زیادہ دور جا پڑی ہیں''۔ (۷)

کتاب میں ہائے مخلوط کو ہائے ملفوظی کے طور پر لکھا گیا ہے۔مثلاً کرم بخش عرف کھوکھر کی بجائے کرم بخش عرف کہوکہر لکھا گیا ہے۔فارسی لفظ ''گوید'' کو ''کوید''۔موجودہ دور کے قاری کے لیے،اس رسم الخط سے مانوس ہوئے بغیر کتاب کے مندرجات سمجھنا مشکل ہے۔ایک اور بات یہ ہے کہ کاتب نے،پرانے کاتبین کی رسم کے مطابق کئی جگہوں پر دو تین لفظوں کو ملا کر لکھا گیا ہے۔مثلاً ایک جگہ پر ''از آن جہت'' کو ''از انجہت'' لکھا ہوا ہے۔کتاب کے صفحہ نمبر ۳۴۲،۳۴۳ سے ایک نمونہ درج ذیل ہے، جس میں کتاب میں موجود رسم الخط کے مطابق کتاب میں سے ایک اقتباس دیا گیا ہے اور اس کے بعد موجودہ رسم الخط کے مطابق اسی اقتباس کو دوبارہ لکھا گیا ہے:

کتاب کا اصل رسم الخط: چون سک دیوانہ راپیشتراز دیکران عارض میشود

موجودہ رسم الخط : چوں سگ دیوانہ رابیشتر از دیگران عارض می شود

کتاب کا اصل رسم الخط : وازانجہت جنونیت مذکور مخصوص بہ سک است وعلامت

موجودہ رسم الخط : وازآں جہت جنونیت مذکور مخصوص بہ سگ است وعلامت

کتاب کا اصل رسم الخط : وکف از دہان امکندن وسر رابزمین نزدیک کردہ راہ(۸)

موجودہ رسم الخط : وکف از دہان افگندن وسر رابزمین نزدیک کردہ راہ

اس میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ پہلے مذکور فرق کے ساتھ ساتھ ''بیشتر'' لفظ کے ''ب'' کا نقطہ ''ی'' کے دو نقطوں کے نیچے ڈال دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں الفاظ ''می شود'' کو اکٹھا کر کے ''میشود'' لکھا گیا ہے۔

موضوع:

یہ کتاب طب کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ہے حکیم خورشید احمد علوی کے بزرگ اور وہ خود نامور حکما کے خانوادے سے ہیں۔ دور دراز سے لوگ بغرض علاج ان کے ہاں آتے اور انتہائی پیچیدہ امراض کا بھی شافی علاج پاتے۔ اس کتاب میں مرض کی کیفیت، علامات، علاج کے لیے درکار مفردات و معدنیات اور پھر ان مفردات و معدنیات سے دوا بنانے کے طریقے اور طریقۂ استعمال درج ہے۔ اور جہاں تک اس خانوادے کی علمی اور طبّی کامیابیوں کے شہرہ کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، یقیناً کتاب کا موضوع اور مندرجات صدیوں کے تجربات اور مجربات پر مبنی انتہائی قیمتی نوادر میں سے ہیں۔ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔ یہ ہندوستانی انداز کی فارسی ہے جو کہ قدیم اور کلاسیکی فارسی سے ملتی جلتی ہے۔ مثلاً گلستان و بوستانِ سعدی، چہار مقالہ نظامی عروضی سمرقندی وغیرہ کی زبان یہی ہے۔ علاوہ ازیں کتاب میں جابجا ہندی و مقامی الفاظ و تراکیب خصوصاً اسمائے معرفہ کے ضمن میں استعمال کئے گئے ہیں۔ صفحہ نمبر ۴۳۲ پر سے تو باقاعدہ ہندو پاک کی جڑی بوٹیوں کے نام پہلے بزبان فارسی اور پھر مقامی یا اردو زبان میں دیے گئے ہیں۔

زبان وبیان:

مخطوطہ قدیم طرز کی فارسی زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس کو فارسی کا ہندوستانی رنگ بھی کہہ سکتے ہیں جو کہ عہد سلاطین سے مغلیہ عہد تک رائج رہا۔ اس عہد میں سرکاری زبان فارسی ہی تھی اور یہی علمی زبان بھی، کیوں کہ اردو ابھی اپنی ابتدا کے مراحل میں تھی اور انگریزی مروج نہ ہوئی تھی۔ ایک اقتباس مع ترجمہ ذیل میں پیش خدمت ہے:

"در دفع زہر سگ دیوانہ بدانکہ جنونیت کہ سگ را عارض میشود و دیگر حیوانات را مثل کرک و شغال و روباہ نیز عارض می شود۔ وعلامت سگ دیوانہ سرخی چشم و زبان از دہن بر آمدہ و لعاب از دہن بے قصد بسیار بر آمدن و کف از دہان امکندن و سر را بزمین نزدیک کردہ راہ مست واری رفتن"۔ (۹)

ترجمہ: پاگل کتے کے زہر کے علاج میں کیونکہ پاگل پن کتے کو ہوتا ہے اور دیگر حیوانات مثلاً بھیڑیا، گیڈر اور لومڑی کو بھی یہ مرض ہو جاتا ہے اور پاگل کتے کی نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سرخ ہوتی ہیں زبان لٹک جاتی ہے اور بے ارادہ لعاب دہن بہت خارج ہوتا ہے اور سر کو زمین کے نزدیک کر کے مست وار چلا جاتا ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ موضوع کے حوالے سے، مرض کی وجوہات علامات اور شافی علاج کے مجربات مخطوطہ ہذا میں درج ہیں۔ جو تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہیں نیز یہ اقتباس اس عہد کی مروج فارسی زبان کا عکاس ہے۔

ترقیمہ:

مخطوطہ کے صفحہ ۳۳۴ پر ترقیمہ موجود ہے۔ جس کے الفاظ اس طرح ہیں:

"تمت تمام کتاب "متبرکہٗ شاہجہانی" تصنیف محمد درویش سکنہ موضع کلاسکے، بدست فقیر حقیر، اضعف النفس کرم بخش ولد میاں حافظ رحمت اللہ عرف کھوکھر ہشتم رمضان المبارک سنہ مقدس ۱۲۶۵ھ"۔ (۱۰)

یہ وہ الفاظ ہیں جو واضح طور پر پڑھے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی سن لکھا ہوا ہے جو غالباً بکرمی ہے لیکن واضح نہ ہے۔ ضمیمہ میں اس کا عکس لف ہے۔ سن ۱۲۶۵ھ بحساب ۱۸۴۹ء بنتا ہے۔ واضح رہے کہ "کرم بخش"، حکیم خورشید عالم علوی صاحب کے پانچویں پشت کے پہلے بزرگ ہیں۔ حکیم خورشید عالم صاحب کے بقول انھوں نے یہ کتاب اور دیگر کئی کتب موضع چک بھٹی میں موجود غربی محلہ کی مسجد میں بیٹھ کر لکھیں۔ یہ ان کی خاندانی سینہ بہ سینہ تاریخ ہے، جو ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی رہی۔

معاصر تاریخ کی جھلک:

۱۸۴۹ء میں آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی برائے نام مغلیہ حکومت اپنے آخری سانس لے رہی تھی۔ عملاً ہند پر ایسٹ انڈیا کمپنی قابض تھی۔ پنجاب میں یہ سال مہاراجہ دلیپ سنگھ کی حکومت کے خاتمے کا ہے، جس کے ساتھ ہی سکھ راج ختم ہو گیا اور پنجاب انگریزوں کے قبضے میں آگیا۔ لیکن کرم بخش صاحب جس طمانیت سے کتب اور مخطوطات کی تصنیف و تالیف میں مصروف تھے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دیہات و قصبات میں عمومی طور پر امن و

سکون تھااور پنجاب کا قدیم اور عظیم معاشرتی ڈھانچہ جو کہ ہزاروں سال سے اپنی پختہ اور اعلیٰ روایات اور اقدار کے بل بوتے اور اعلیٰ زرعی، ذرائع پیداوار کے سہارے قائم ودائم تھا، مرکزی سیاسی مراکز کی اتھل پتھل سے زیادہ متاثر نہیں ہورہا تھااور صاحبانِ علم مصروفِ عمل تھے۔(۱۱)

مخطوطات اور کتب کی تجلید:

اسلامی فن تجلید یا جلد سازی ایک نہایت اعلیٰ اور اہم فن رہاہے۔اس فن کی بدولت مسلم ادباوشعرا، علماو حکما کے شہ پارے بطریق احسن محفوظ ہوئے۔ حکیم صاحب کے ہاں زیادہ تر کتب کی اعلیٰ جلد سازی کی گئی ہے۔راقم کو حکیم صاحب کے ہاں فن تجلید کے قدیم آلات،از قسم ''آر'' شکنجہ وغیرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔مخطوطات کو جلد کرنے کے بعد ان کے گتے کے کونوں اور استر پر چمڑے کا استعمال کیا گیا ہے اور سوتی دھاگے سے شیرازہ بندی کی گئی ہے۔عمدہ جلد سازی کی بدولت یہ قدیم مخطوطات مرورِ ایام کی دست وبرد سے محفوظ رہے۔آج یہ ہمارے دیکھنے اور پڑھنے کے قابل ہیں۔

تخریج کا فن:

فن تخریج کے ذریعے متوفی کی تاریخ وفات کسی مصرع کے ذریعے لکھی جاتی تھی۔یہ فن صرف تاریخ وفات ہی نہیں بلکہ تاریخ پیدائش، شادی یادیگر اہم مواقع کی تاریخ کو علم الاعداد کی مدد سے محفوظ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔کیونکہ شاعری کو یادرکھنا آسان ہے،اس لئے مصرع میں تاریخ کہی جاتی۔اس مصرع کے اعداد مطلوبہ تاریخ کے اعداد کے برابر ہوتے تھے۔(۱۲) حکیم خورشید عالم صاحب کے دادا حکیم سراج الدین صاحب کی وفات ۱۳۶۵ھ میں ہوئی تو اسی گاؤں کے ایک عالم فاضل مولوی نور محمد صاحب نے بزبان فارسی تاریخ، تضمین کرتے ہوئے تاریخ وفات کی تخریج کی جوکہ حسب ذیل ہے:

چوں سفر کرد شیخ دین متین — نام نا میش بد سراج الدین!
زاہد و عابد وحکیم اکمل — مثل او کس ندید گوشہ نشیں!
از غلامان پیر حیدر شاہ! — خد متش کرد وگشت فیض آگیں
چوں سفر کرد ایں ندا آ مد! — عزت اولیا خوش معاش ببیں

۱۳۶۵ء

تخریج کا یہ نسخہ مولوی نور محمد صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا، حکیم خورشید عالم صاحب کے مخزونہ مخطوطات میں موجود ہے۔ راقم نے اس کی ایک عکسی کاپی ضمیمہ جات میں شامل کی ہے۔ اصل نظم میں 7 اشعار ہیں۔ ان تمام اشعار کا اندراج ضروری نہ سمجھتے ہوئے محض درج بالا اشعار پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسی صفحہ پر ایک اور مصرع میں بھی تاریخ نکالی ہے۔ یہ دوسری نظم دو اشعار پر مشتمل ہے۔

ز ہاتف ندا آمدہ غم مخور

نوشتہ چناں بود دستِ قضا (۱۳)

دیگر ماخذ اور تحقیق میں ان کی اہمیت:

خاندانی کاغذات، حسابات کے کاغذات، بہی، شادی بیاہ کے حسابات والے کاغذات، مکانات کے کاغذات وغیرہ کی اہمیت بھی تحقیق میں مسلمہ ہے۔ یہ بنیادی ماخذات میں شامل ہیں اور ان سے بلا واسطہ طور پر معلومات اور بالواسطہ معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ دوران تحقیق راقم کو حکیم صاحب کے خانوادے کے کچھ ایسے ہی ماخذات تک رسائی حاصل ہوئی۔

انٹرویو:

حکیم خورشید عالم صاحب سے راقم الحروف کی تفصیلی ملاقاتیں ہوئیں۔ وہ ۸۸ سال کی عمر میں بھی ماشاءاللہ بقائمی ہوش وحواس ہیں۔ بینائی اس قدر تیز ہے کہ ابھی تک بغیر کسی عینک کے لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ انھوں نے اپنی خاندانی تاریخ اور مخطوطات کے متعلق بہت قیمتی معلومات دیں۔ انھوں نے بتایا کہ کتاب ''متبرکہ شاہجہانی'' ان کے دادا کے دادا حکیم کرم بخش صاحب کو موضع کلاسکے کے ایک دوست یا رشتہ دار نے دی جس کو انھوں نے خود اپنے ہاتھ سے نقل کیا اور اس میں اپنے مجربات کا اضافہ علیحدہ ضمائم کے طور پر کیا۔ بعد ازاں راقم الحروف نے ترقیمہ کا مطالعہ کیا تو اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ اس کے علاوہ حکیم صاحب نے درست طور پر اپنا شجرہ نسب سترہویں پشت کے بزرگ سجن المعروف شاہجہان تک بتایا۔ جو کہ بعد ازاں ایک اور تحریری شجرہ جو کہ ضلع چنیوٹ کے مولوی محمد عالم صاحب کے پاس ہے، سے موازنہ کرنے پر درست پایا گیا۔ اس طرح راقم الحروف حکیم صاحب کے انٹرویو کو بنیادی ماخذ کے طور پر شمار کرتا ہے۔

ذاتی مکان کی تعمیر کی دستاویز:

حکیم صاحب کے مکان کی تعمیر کے متعلق ان کے کاغذات سے ایک دستاویز ملی ہے۔ جس کے مطابق یہ مکان ۲۰۰۷ء بکرمی میں تعمیر ہوااور اس کے تعمیر کنندگان کو اجرت ادا کر کے اس کی رسید لکھی گئی ہے۔ رسید کی تاریخ ۶ پھاگن، ۲۰۰۷ء بکرمی ہے۔ جو بمطابق سن عیسوی ۱۹۵۰ء بنتی ہے۔ یہ مکان اس زمانے کے دستور کے مطابق خانہ بدوش پٹھانوں کے ایک گروہ نے تیار کیا جن کو بطور ''ٹولی شیر خان'' لکھا گیا ہے۔ اس مکان میں حکیم صاحب رہائش پذیر ہیں اور ان کے مخطوطات بھی یہیں ہیں اور ان کی خاندانی طب کی دکان یا مطب بھی ہے۔

حکیم صاحب کی سکول کی کاپی ۱۹۴۲ء:

حکیم صاحب کی ۱۹۴۲ء کی سکول کی کاپی ان کے خاندانی کاغذات میں ملی ہے۔ حکیم صاحب کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک صفحہ جس میں انھوں نے مشہور عربی نعتیہ اشعار ''یا صاحب الجمال'' اور فارسی مصرعے لکھے ہیں، ضمیمہ جات میں شامل ہے۔ ساتویں جماعت کے ایک بچے کے لحاظ سے قلم اور ہاتھ کی صفائی قابل دید ہے۔ یہ اس زمانے کا دستور تھا۔ اساتذہ اور شاگرد خوش خط تھے۔ تختی لکھنے کا رواج عام تھا۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک پنجابی نما اردو غزل بھی ملی ہے۔ جس کے شاعر کا نام مقطع میں بطور غلام اکرم درج ہے۔ چند اشعار درج ذیل ہیں:

دلا غافل نہ ہو یکدم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
بغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
اجل کے روز کو کر یاد کر سامان چلنے کا
زمیں کے فرش پر سونا جو اینٹوں کا سرہانہ ہے
کہاں وہ ماہ کنعانی کہاں تخت سلیمانی؟
گئے سب چھوڑ کر فانی اگر نادان و دانا ہے

نظر کر ماڑیاں خالی کہاں وہ ماڑیاں والے
سبھی کوڑا پسا راہے، دغا بازی کا بانا ہے
غلام اکرم نہ کر غفلت حیاتی پر نہ ہو غرّہ!
خدا کی یاد کر ہر دم جو آخر کام آنا ہے (۱۴)

حکیم صاحب کے موجودہ کوائف:

حکیم خورشید عالم علوی صاحب جو کہ اس عظیم علمی وروحانی خانوادے کے وارث ہیں، اپنے گاؤں موضع چک بھٹی تحصیل پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد میں مع اہل وعیال موجود ہیں۔ یہ گاؤں قصبہ جلالپور بھٹیاں جو کہ گوجرانولہ سے 83 کلو میٹر بطرف مغرب اور شہر حافظ آباد سے ۳۳ کلو میٹر بطرف مغرب اور ۱۰ کلو میٹر شمال کی طرف واقع ہے۔ چک بھٹی ایک قدیم قصبہ ہے۔ یہ تجارتی اور علمی مرکز رہا ہے جس میں ایک بڑی غلہ منڈی بھی تھی۔ مغل، سکھ اور انگریزوں کے دور میں بھی یہاں خوش حالی اور امن کا دور دورہ رہا ہے۔

حکیم صاحب کے دو صاحب زادے ہیں۔ بڑے صاحب زادے محمد شعیب علوی نزدیکی گاؤں موضع پھیروکے ہیں پرائمری سکول کے ہیڈ ماسٹر ہیں اور علمی ذوق کے حامل ہیں۔ چھوٹے صاحب زادے محمد حسیب علوی قصبہ کے اندر ہی اپنی خاندانی طب کی دکان کرتے ہیں۔ اب بھی لوگ بڑے اعتماد اور یقین کے ساتھ ان سے علاج کرواتے ہیں اور تعویذات وغیرہ بھی لیتے ہیں اور دعا کرواتے ہیں۔ حکیم صاحب خاندانی مخطوطات اور نسخوں کی حفاظت کے بارے میں خاصے حساس اور جذباتی ہیں تاہم عمر رسیدگی کے باعث اب اس پر زیادہ توجہ نہیں دے سکتے۔

ماحصل:

اس تحقیق کے دوران میں راقم الحروف کو جن تحقیقی مراحل سے گزرنا پڑا وہ راقم کی زندگی کا ایک یادگار اور خوش گوار تجربہ ہے۔ مشکلات تو بے شک تھیں لیکن ان کے نتیجے میں جب کوئی کارآمد یا مفید معلومات حاصل ہوتیں تو بہت دلچسپی اور اطمینان کا باعث بنتیں۔ اس تحقیق کی غرض وغایت اور افادہ راقم کی نظر میں دو طرح سے ہے:

اولاً: اس کے مراحل وہی ہیں جو کہ دستاویزی تحقیق یا تاریخی تحقیق کے ہوتے ہیں۔

ثانیاً: انتہائی اعلیٰ درجے کے متون غیر مطبوعہ تک رسائی بھی اس کا ثمر ہے۔

زیر نظر کتاب ''متبرکہ شاہجہانی'' طب کے موضوع پر ہے لیکن اس کی زبان وادب کے لحاظ سے بھی بہت اہمیت ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین کے بقول فارسی مخطوطات کی اہمیت بھی اردو کے لیے بہت زیادہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''چوں کہ اردو ادب سے متعلق فارسی مخطوطات بھی اردو کے لیے اسی قدر اہم ہیں جس قدر اردو کے اپنے مخطوطات، اس لئے ہم اردو مخطوطوں کی تعداد میں فارسی نسخوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں''۔ (۱۵)

گو کہ گیان چند جین کی یہ رائے اردو ادب کے متعلق فارسی مخطوطات کے ضمن میں ہے۔راقم کے خیال میں ان نسخوں اور نسخہءزیر نظر کی اپنی ایک ادبی حیثیت بھی ہے۔اس کی زبان و بیان اور فقرات فارسی کے ہندوستانی روپ کے عکاس ہیں جو کہ اردو ادبی تحقیق کے دوران مستعمل ہوئے۔ بہر حال میر ابنیادی مقصد دستاویزی تحقیق کے مراحل سے گزرنے کا تجربہ حاصل کرنا ہی تھااور تحقیق میں مخطوطات قلمی کی اہمیت کا اظہار بھی۔اصل بات یہ ہے کہ مجھے ایک خزینے کا علم ہواہے جس میں اور بھی نوادر موجود ہیں۔ جن پر تحقیق ضروری ہے۔موجودہ نسخہ ''متبر کہ شاہجہانی'' صدیوں کے مجربات کا نچوڑ ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی ایسا ادارہ حکومت قائم کرے جس کے ذریعے ان نسخوں کی درست قدر و قیمت معلوم کر کے ان کو شائع کروایا جاسکے۔

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کار مغاں
ہنوز بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

حواشی و حوالہ جات

۱۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اصول ادبی تحقیق، نذیر سنز ایجوکیشنل پبلشرز، لاہور، (۲۰۱۱ء)، ص ۳۳۲

۲۔ ایضاً، ص ۱۶۵

۳۔ مولوی محمد عالم کھوکھر، سکنہ موضع ہمبوانہ، تحصیل و ضلع چینوٹ، پنجاب

۴۔ راقم کے نزدیک سجن المعروف شاہجہان کی بجائے شاہجہان المعروف سجن ہونا چاہیے۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، "ادب و لسانیات"، (۱۹۷۰ء)، کراچی اردو اکیڈمی سندھ

۵۔ (الف) ڈینزل ابٹسن، پنجاب کی ذاتیں، مترجم یاسر جواد، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۶ء، ص ۱۱۰

۶۔ میانوالی اور چکوال کا علاقہ وادی سون سکیسر کہلاتا ہے۔

۷۔ گیان چند، ڈاکٹر، "تحقیق کا فن"، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان، (۲۰۱۲ء)، ص ۴۰۹

۸۔ مخطوطہ "متبر کہ شاہجہانی"، مملوکہ حکیم خورشید عالم، سکنہ موضع چک بھٹی، تحصیل پنڈی بھٹیاں، ضلع حافظ آباد، ص ۳۴۳

۹۔ ایضاً، ص ۳۵۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۴۳۳

۱۱۔ محمد لطیف، سید، تاریخ پنجاب، لاہور، گوہر پبلیکیشنز (س۔ن)، ص ۶۲

۱۲۔ علی محمد خان، اسلامی تقویم، لاہور، اسلامک پبلیکیشنز (س۔ن)، ص ۲۶

۱۳۔ مخطوطہ متبر کہ شاہجہانی، مملوکہ حکیم خورشید عالم، سکنہ موضع چک بھٹی تحصیل پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد، ص ۳۱۰

۱۴۔ قلمی مسودہ، مخزونہ حکیم خورشید عالم، ص ۲۱

۱۵۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان، (۲۰۱۲ء)، ص ۱۴۹